(انٹرنیٹ ایڈیشن)
کانپیں ٹانگ جاتی ہیں
(مزاحیہ شاعری)
زاھد سحر
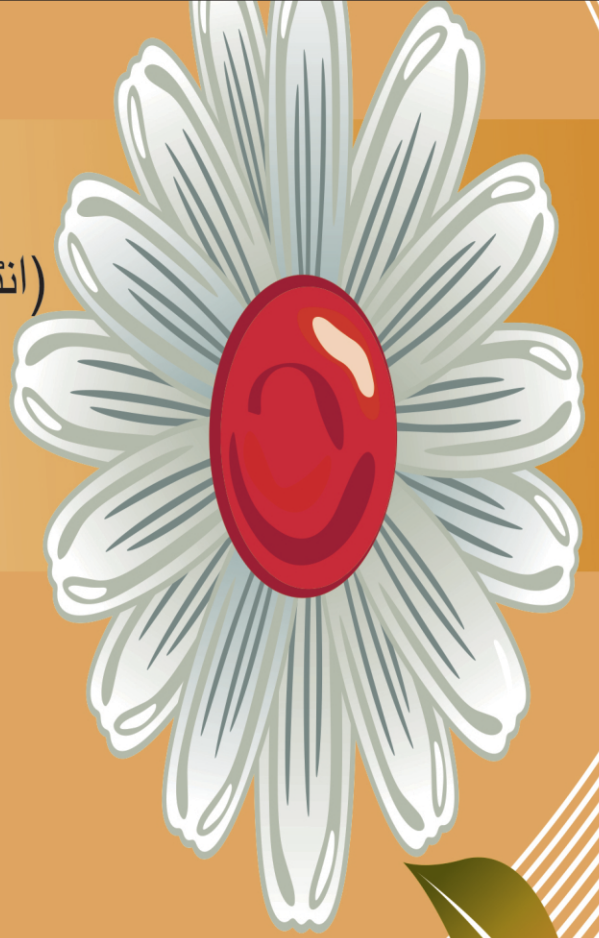
نام کتاب۔ ٹانگیں کانپ جاتی ہیں
شاعر۔زاہد الرحمان سحر
کمپوزنگ۔ زاہد سحر
وٹس ایپ
0312 3506395
ای میل۔
zahidsaher8@gmail.com
سن اشاعت۔جون
2023

انتساب

والدہ مرحومہ کے نام

فہرست غزلیات (کانپیں ٹانگ جاتیں ہیں)

فہرستِ غزلیات (ٹانگیں کانپ جاتی ہیں)

پیروڈی غزل

نہا کے جب نکلتا ہوں تو کانپیں ٹانگ جاتی ہیں
میں چھلکے سے پھسلتا ہوں تو کانپیں ٹانگ جاتی ہیں

تمھارے ابا کی خاطر تواضع یاد ہے اب تک
تمھارے خط جو پڑھتا ہوں تو کانپیں ٹانگ جاتی ہیں

ہو کوئی شیر۔ یا چوہا کبھی ڈرتا نہیں لیکن
فقط بیگم کو تکتا ہوں تو کانپیں ٹانگ جاتی ہیں

''ترے کوٹھے سے اب میرا تعلق واجبی سا ہے''
مگر جب بھی گزرتا ہوں تو کانپیں ٹانگ جاتی ہیں

ہزاروں لوگوں کا قرضہ ہے میرے سر پر پہلے ہی
سحؔر میں جب بھی ہنستا ہوں تو کانپیں ٹانگ جاتی ہیں

دور سے جب دیکھا تو کوئی گوری تھی
پاس جا کر دیکھا آٹے کی بوری تھی

ابتدا اس نے کی تھی پہلے جھوٹ کی
پھر جواباً میں نے بھی لمبی چھوڑی تھی

شکل سے ہی لگ رہی تھی وہ خونخوار
ناک اس کی بھینس کے جیسے چوڑی تھی

موٹے کی قسمت میں تھی چوٹیں باخدا
ورنہ میں نے کرسی تو پکی جوڑی تھی

اس نے میرے دانت کیوں توڑے ہیں سحؔر
میں نے تو بس اس کی عینک ہی توڑی تھی

مجھے جس کا خیال آیا ہوا ہے
وہ چلنے کوئی چال آیا ہوا ہے

ہمارے گھر گلی کا ایک کتا
بمع اہل و عیال آیا ہوا ہے

نہ ہو اب جھگڑا تو اور کیا ہو بیگم
کہ پھر روٹی میں بال آیا ہوا ہے

پھٹا کرتہ پھٹی چپل نہ دیکھو
ابھی تھوڑا زوال آیا ہوا ہے

محبت کا سحر پرچہ ہے لیکن
ریاضی کا سوال آیا ہوا ہے

"اک حسن کی دیوی سے مجھے پیار ہوا تھا"
پھر جا کے میں تھانے میں گرفتار ہوا تھا

ابا بھی وہیں اس کا کھڑا تھا کہیں چھپ کے
"اک پیڑ کے سائے میں جب اقرار ہوا تھا"

بس پہلے ہی دن تھی جو اڑائی میں نے دعوت
پھر دال ہی کھا کھا کے میں بے زار ہوا تھا

ہر روز ہی ہوتی تھی رقیبوں سے مری جنگ
اک عشق ہوا تھا وہ بھی بے کار ہوا تھا

غلطی سے کسی اور کو بھجوا دیا بیلنس
پہلے بھی سحؔر ایسا ہی اک بار ہوا تھا

صرف بکرا ہی دے گا دان میں کیا
عید گزرے گی امتحان میں کیا

ایک دو سوٹ میں بھی سلوا لوں
جوڑے بنتے ہیں آسمان میں کیا

روز آتی ہے میری ہی شامت
ایک میں ہی ہوں خاندان میں کیا

کیا لگا رکھی ہے سی۔ سی۔ تم نے
آبلے پڑ گئے زبان میں کیا

گالیاں بک چکا تجھے دو ۔ تین
اب بکوں اور تیری شان میں کیا

تم نے دیکھا ہے گھور کے مجھ کو
کوئی کچھ کہہ گیا ہے کان میں کیا

کس لیے پیچھے پھر رہے ہو تم
چائے پی ہے تری دکان میں کیا

مار ا پیٹا سحرؔ جسے تم نے
وہ اکیلا ہی تھا مکان میں کیا

پردے میں اس کو دیکھا تو دھوکہ سا ہو گیا
دیکھی جہاں حسینہ میں شوخا سا ہو گیا

سسرال میں وہ کھا کھا کے اب بھینس بن چکی
میں سوکھ سوکھ کر یہاں کانٹا سا ہو گیا

ظالم کا بھاری ہاتھ پڑا ہے جو گال پر
آنکھوں کے آگے اک دم اندھیرا سا ہو گیا

گزرا تھا کل اِدھر سے جو لوگوں کا اک ہجوم
بیٹھے بٹھائے ان سے بھی جھگڑا سا ہو گیا

پانی پی پی کے رات جو میں سو گیا سحر
بستر میں ایک پل ہی میں دریا سا ہو گیا

یہ جو سارے فقیر ہوتے ہیں
یہ بڑے ہی امیر ہوتے ہیں

جو نہیں سنتے کسی کی بھی
بیویوں کے اسیر ہوتے ہیں

کیسے کھاؤ گے چھپ کے بریانی
دوست منکر نکیر ہوتے ہیں

آپ کو تو نہیں کہا لیکن
کئی بڈھے شریر ہوتے ہیں

چند پتھر بھی ساتھ رکھیۓ سحر
یہاں کتے کثیر ہوتے ہیں

خواب جنت کے دکھائے بکرے کو
چائے پاپے بھی کھلائے بکرے کو

کالا چشمہ بھی لیا اور اس کے بعد
فینسی جوتے بھی دلائے بکرے کو

نیند میں بھی بُو بُو کرتا ہی رہے
کس کی ہمت کہ جگائے بکرے کو

بولا بھی تھا گائے سے پنگا نہ لے
اب تو اللہ ہی بچانے بکرے کو

اے سحر جب وہ نہ مانا پیار سے
اک دو تھپڑ بھی لگائے بکرے کو

گھونسا لگنے کا سبب یاد آیا
وہ مری ساس تھی اب یاد آیا

چارجر بھی مرا ہے اس کے پاس
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

کس سے تھا قرض لیا کس کو دیا
جاتے ہی تھانے میں سب یاد آیا

پھر ترے کوچے میں پٹنے چلا
پھر ترا وعدۂِ شب یاد آیا

لیٹ کر سایہ ِ گُل میں اے سحؔر
ہم بہت سوئے وہ جب یاد آیا

بن کے شادی میں ہم نواب آئے
اس کے بعد آئے جو عذاب آئے

گر خریدی ہے وگ نئی ہم نے
لگا کے وہ بھی تو خضاب آئے

لال تھیلے میں بھی ٹماٹر تھے
وہ یہ سمجھے لے کے گلاب آئے

رات بلی نے سونے بھی نہ دیا
ایسے میں کیسے کوئی خواب آئے

خط میں لکھا ہے قرض واپس دے
دیکھیئے اب کہ کیا جواب آئے

سن کے مہمانوں کا سحر یک دم
آنکھوں میں آنسو بے حساب آئے

وہ جو ہم میں تم میں ادھار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو تیرے پاس اچار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو تیرے ابا کی مار تھی مرے دل پہ بار تھی با خدا
اسی روز مجھ کو بخار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جہاں تحفے بیچے تو نے مرے وہیں جا کے بیچے ہیں میں نے بھی
ترے گھر کے پیچھے کباڑ تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ کہ جس نے ٹانگ اڑائی تھی وہ کہ جس نے مار بھی کھائی تھی
وہ تو تیرا ہی کوئی یار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تو نے سمجھا کھو گیا ہے کہیں وہ سحر کا ہو گیا تھا وہیں
وہ جو تیرے گلے کا ہار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

بکرا ہے کوئی یا کوئی گدھا ہے کہ تم ہو
اے جانِ جہاں یہ کوئی تم سا ہے کہ تم ہو

"یہ خواب ہے خوشبو ہے کہ جھونکا ہے کہ تم ہو "
باہر کہیں کتا کوئی بھونکا ہے کہ تم ہو

بڈھے کو ابھی چھیڑ کے جو بھاگا ہے اک شخص
یہ دیکھ کہ اندھوں نے بھی دیکھا ہے کہ تم ہو

وہ پردہ نشیں گر کہیں ٹھہرے تو میں جانوں
کھسرا کہیں دیکھوں تو یہ لگتا ہے کہ تم ہو

مس کال کسی کی بھی اسے آئے سحر جب
وہ گالیاں دے کے مجھے کہتا ہے کہ تم ہو

ہم اگر پورا ہی دیوان سنانے لگ جائیں
سننے والوں کے تو بس ہوش ٹھکانے لگ جائیں

اک گدھا ہے وہ بھی بیمار ہی ہے بے چارہ
ہم تجھے ڈھونڈنے نکلیں تو زمانے لگ جائیں

ہم سے اظہارِ محبت نہیں ہوگا لیکن
عین ممکن ہے کہ ہم سر کو کھجانے لگ جائیں

بزم میں کھانے کے آداب کسی کو بھی نہیں
کھانا کھلتے ہی سبھی حشر اٹھانے لگ جائیں

گھر میں خوش حالی قدم رکھ دے سحرؔ ممکن ہے
میرے جیسے بھی نکمے جو کمانے لگ جائیں

تم درد تو دیتے ہو دوا کیوں نہیں دیتے
بھوکا ہوں تو بریانی کھلا کیوں نہیں دیتے

سب مل کے مرے سر میں ابھی درد کریں گے
روتے ہوئے بچوں کو سلا کیوں نہیں دیتے

جب پیش کیا اپنا تعارف تو وہ بولا
شاعر ہو تو پھر غزلیں سنا کیوں نہیں دیتے

جس خون میں آ جائے سفیدی کی ملاوٹ
چونے کی جگہ اس کو لگا کیوں نہیں دیتے

ناصح کی نگاہوں میں کھٹکتا ہوں سحرؔ کیوں
مجرم ہوں اگر میں تو سزا کیوں نہیں دیتے

درد منتِ کش دوا نہ ہوا
کان بھی کھینچے پر خفا نہ ہوا

ہے خبر گرم دیگ آنے کی
اس لیے گھر میں بوریا نہ ہوا

کتنے نازک ہیں تیرے ہاتھ کہ ـمیں
جوتے بھی کھا کے بے مزا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
کوئی جھگڑا ـ ترا مرا نہ ہوا

تھوک پے تھوک پھینکا میں نے بھی
میرے آگے کوئی کھڑا نہ ہوا

دال دی ـدی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اب مخاطب ہے آپ سب سے سحرؔ
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

جتنا پڑھا پڑھایا ہے سب ضائع ہے
جس نے جو کچھ فرمایا ہے سب ضائع ہے

وہ جس کی چپل دریا میں پھینکی میں نے
مسجد سے اور لے آیا ہے سب ضائع ہے

دھوکہ دیا لڑکی نہیں تھی لڑکا تھا
بیلنس جو بھجوایا ہے سب ضائع ہے

فن شاعری میں میر و غالب انشا بھی
سب نے یہی سمجھایا ہے سب ضائع ہے

تحفہ دیا اس کو سحرؔ اک کیک کا
اس کیک پر لکھوایا ہے سب ضائع ہے

نہیں کرنی گدھے پر سواری توبہ توبہ
گھما کے لات جو اس نے ماری توبہ توبہ

کی تھی جب بے خیالی میں کھڑکی بند اس نے
تب اس میں آئی انگلی ہماری توبہ توبہ

کیا تھا تنگ ہم نے بھی اس کو خوب لیکن
جب اس نے اپنی جوتی اتاری توبہ توبہ

بلا کی سردی تھی اور پھٹا بنیان تھا اک
میں نے وہ رات کیسے گزاری توبہ توبہ

پٹاری میں سحرؔ سانپ اصلی والا ہی تھا
مرے پیچھے پڑے تب مداری توبہ توبہ

ترے غصے کی انتہا چاہتا ہوں
مری حرکتیں دیکھ کیا چاہتا ہوں

ترے پاؤں پر پاؤں اب رکھ دیا ہے
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

تو بھی چاہتا ہے کہ ہو اب لڑائی
مگر میں ہی صبر آزما چاہتا ہوں

دیے جا رہا ہوں جو مس کال تجھ کو
کوئی گالی تجھ سے سنا چاہتا ہوں

وہ دیوان اپنا سنا کر یہ بولا
چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

نہیں ہوگا کوئی سحر تیز اتنا
جفاؤں کے بدلے وفا چاہتا ہوں

توپ تلوار چلانے کا ہنر رکھتی ہے
سچ کہوں زوجہ مری مجھ پہ نظر رکھتی ہے

بات بیلن کی ہو یا پھر کسی چپل کی ہو
مار تو زوجہ کی بھی یارو اثر رکھتی ہے

ترس آتا ہے زمانے کو مری حالت پر
میں جو کچھ کرتا ہوں وہ ساری خبر رکھتی ہے

ایک پاؤں ہے اگر گھر میں تو دوجا باہر
پاس اک دھیلا نہیں شوقِ سفر رکھتی ہے

ڈرتی ورتی نہیں مجھ سے کسی صورت بھی سحؔر
ہاں مگر چھپکلی کا دل میں وہ ڈر رکھتی ہے

ہاتھ جو میں نے بڑھایا ہیر سمجھ کر
اُس نے بے عزت کیا فقیر سمجھ کر

منہ پہ لگانے کے واسطے تھا وہ لوشن
کھا گیا کوئی پلیٹ کھیر سمجھ کر

بال کٹا لیتے اتنے پیسے نہیں تھے
دیتے ہیں اب لوگ چندہ پیر سمجھ کر

عید کا دن تھا گلے بھی مل لیا ہم نے
مائی بشیراں کو ہی بشیر سمجھ کر

وہ کہیں چپراسی بھی سحرؔ نہیں ہوگا
منتیں جس کی کیں ہیں وزیر سمجھ کر

جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے
ڈنڈا ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے

کوئلہ پیس کے جو میں نے دیا تھا اس کو
اس نے سرمہ ہی سمجھ کے وہ لگا رکھا ہے

کوئی تکلیف نہ ہو چور کو آنے میں بھی
گھر کا اس ہی لیے دروازہ کھلا رکھا ہے

گو کہ دو چار ہی تھپڑ پڑے الٹے سیدھے
یہ الگ بات کہ زخموں کو چھپا رکھا ہے

جھاڑو بھی باقی ہے برتن بھی ابھی دھونے ہیں
صبح سے بیوی نے کاموں میں لگا رکھا ہے

پیئے جا پپسی کو ہنس ہنس کے سحرؔ موقع ہے
مفت کے مال میں قدرت نے مزا رکھا ہے

پردہ داری نقاب کی سی ہے
شکل باسی کباب کی سی ہے

بار ہا واش روم جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

خوف صورت ہیں ساری ہی لیکن
اک تو ان میں گلاب کی سی ہے

میں پھٹا ڈھول ہوں کہا اس نے
خود پرانی کتاب کی سی ہے

جب مجھے دیکھا تو سحرؔ بولی
اس کی عادت نواب کی سی ہے

بوٹی فریج میں رکھ دی چھپا چھپا کر
تھک کے چلا گیا کتا دم ہلا ہلا کر

للکارا میں نے جس کو وہ پہلوان نکلا
دیواروں پر بھی مارا اس نے اٹھا اٹھا کر

بڑھیا سے آٹے کی بوری تو اٹھا لی لیکن
توبہ کی راستے میں آنسو بہا بہا کر

کیا پانی نہیں آیا منہ میں ترے زرا سا
بریانی کھا رہا ہوں کب سے دکھا دکھا کر

کل راستے میں اک شاعر مل گیا کہیں سے
حالت خراب کر دی غزلیں سنا سنا کر

یہ تھا سلوک ان کا مہمانوں سے سحؔر جی
ٹرخا دیا مجھے پانی ہی پلا پلا کر

خود کو روکا ہے دوائی دیکھ کر
آنکھ بھر آئی مٹھائی دیکھ کر

ہاتھ میں خنجر تھا مونچھیں بھی بڑی
ڈر گیا بکرا قصائی دیکھ کر

راستے سے ہی پلٹ آیا ہوں میں
ساتھ اس کے ساتوں بھائی دیکھ کر

دوستوں سے میرے دشمن ہی بھلے
خوش تھے وہ میری پٹائی دیکھ کر

پشتو میں خط اس کو لکھ مارا سحر
کچھ نہ سمجھا وہ لکھائی دیکھ کر

گھر سے مجھے چائے پلانے کے بہانے لے گئے
پہلے مرمت کی مری پھر سیدھا تھانے لے گئے

کل شیخ صاحب تو دکھانے لے گئے تھے سینما
وہ آج اس بندر کو چڑیا گھر دکھانے لے گئے

فرہاد جی پانی نہیں آتا ہے بارش کے سوا
یہ بول کر مجھ کو کنواں اک کھودوانے لے گئے

وہ چور تو ہرگز نہیں تھے ہاں نمونے تھے ضرور
جب کچھ نہ مل پایا انہیں کپڑے پرانے لے گئے

پتہ چلا جب ان کو وہ بندہ نہیں ہوں میں سحؔر
پھر وہ اٹھا کر سامنے سے سارے کھانے لے گئے

چربی جو چڑھ گئی موٹا ہو گیا
قد زرا کیا بڑھا کھوتا ہو گیا

دے دوں یہ کوٹ کسی او ر ۔کو اب
یہ تو ڈھل ڈھل کے ہی چھوٹا ہوگیا

اب کہ تو نے لگا دی دیر بہت
اب مرا سکہ ہی کھوٹا ہوگیا

دال سے کچھ ہو ا ایسا رشتہ
تنگ اب مجھ سے ہی لوٹا ہوگیا

پیار سے توبہ ہی اب سمجھو سحرؔ
دل کے ٹوٹے کا بھی ٹوٹا ہو گی

میں ترے شہر میں آیا ہوں گیدڑ کی طرح
بول سکتا ہوں میں بھی جھوٹ لیڈر کی طرح

اب تو لگتا ہی نہیں ہے کہ مہمان ہوں میں
مجھ کو رکھا ہوا ہے گھر میں نوکر کی طرح

عورتوں کا یہی ہوگا تقاضا کہ میاں
سر ہلاتا رہے بس نیک شوہر کی طرح

اب یہ کیا کم ہے کہ مرغا بنا کے دی سزا
لات بھی ماری تھی اوپر سے ٹھوکر کی طرح

رات کافی ہو چکی ہے سحر لوٹ چلیں
جوتی گھسا لی ہے پھِر پھِر کے لوفر کی طرح

آپ کی یاد آتی رہی رات بھر
بجلی بھی دل دکھاتی رہی رات بھر

کوئی چوہا کچن میں گھسا غا لبًا
بلی بھی آتی جاتی رہی رات بھر

بے سُرے گانے بھی کوئی گا تا رہا
کوئی آواز آتی ر ہی رات بھر

کال کیا آگئی لڑکی کی فون پر
مجھ کو بیگم سناتی رہی رات بھر

پورا گھر اس نے سر پر اٹھا رکھا تھا
پائے کوئی پکاتی رہی رات بھر

بزم میں لڑکیاں بھی تھیں لیکن سؔحر
زوجہ آنکھیں دکھاتی رہی رات بھر

مجھ سے وعدہ وفا کرے کوئی
بجلی کا بل ادا کرے کوئی

ہاتھ پہ مار کے ہتھوڑی خود
کیوں کسی سے گلہ کرے کوئی

بک رہا ہوں بُخار میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

صرف اتنا کہوں گا حوروں کو
بس نہ بھائی کہا کرے کوئی

تالہ لگ جاتا ہے زباں کو سحؔر
بیوی کے آگے کیا کرے کوئی

بنتا ہے قصائی کا بھی نخرہ مرے آگے
بکرا مرے پیچھے ہے تو دنبہ مرے آگے

مرغی کو ابھی نیچے دے کے آ رہا ہوں میں
آتا ہے ابھی دیکھئے کیا گیا مرے آگے

گو ہاتھ میں جنبش نہیں لاتوں میں تو دم ہے
اب سامنے آئے وہ کمینہ مرے آگے

آ تجھ کو دکھاؤں کبھی پیسے کی کرامت
مجنوں کو برا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے

یہ شادی نہیں میری سحرؔ بربادی ہے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

بکرا جو لا رہا ہے سو وہ بھی ہے آدمی
بکرا جو کھا رہا ہے سو وہ بھی ہے آدمی

سالن میں بال آگیا تو جھگڑا بن گیا
سالن پکا رہا ہے سو وہ بھی ہے آدمی

رو رو کے اس نے بالٹی بھر لی فراق میں
سب کو ہنسا رہا ہے سو وہ بھی ہے آدمی

راضی خدا کو کر رہا ہے سجدے میں بشر
مرغے لڑا رہا ہے سو وہ بھی ہے آدمی

بیگم سے مار کھا کے سحؔر رو رہا ہے وہ
سوتن جو لا رہا ہے سو وہ بھی ہے آدمی

کوئی امید بر نہیں آتی
بجلی کیوں رات بھر نہیں آتی

بند ہے تیری ناک کھلوا لے
بُو ۓ بھی تجھ کو اگر نہیں آتی

ہیں یہاں آنٹیاں سب کی سب
کوئی لڑکی نظر نہیں آتی

پہلے تو آتی تھی ہنسی پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

روز بیگم سے مار کھاتے ہو
شرم تم کو مگر نہیں آتی

جیل میں ہم ہیں اس لیے تم کو
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

سامنے ابا ہیں سؔحر چپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

وہ لے کے بیٹھ گئے بات گدھے کی
جو نہیں جانتے اوقات گدھے کی

دن کو تارے بھی نظر آتے ہیں صاحب
زور سے لگتی ہے جب لات گدھے کی

ہر کوئی ڈنڈا اٹھائے ہوئے آیا
عزت افزائی ہوئی رات گدھے کی

گفٹ جب اس نے وہیں کھول کے دیکھا
بیچ میں تھی پڑی سوغات گدھے کی

کوئی دلہن کو سحرؔ جا کے خبر دے
آ گئے ہم لے کے بارات گدھے کی

خاک رکھا ہے تم نے دھیان کتے کا
کر دیا پولیس نے چالان کتے کا

دیکھ ایسے رہے ہو چائے کو میری
جیسے یہ کپ ہو میری جان کتے کا

تیز کرنا پڑے گا دانتوں کو اپنے
اب کہ ہے جنگ کا اعلان کتے کا

جو بھی کرنا ہے کتے نے ہی کرنا ہے
کر بھی کیا سکتا ہے ا نسان کتے کا

لکڑی کی ٹانگ پر کاٹا سحؔر اس نے
ہو گیا اپنا ہی نقصان کتے کا

رائتہ رکھ دو آدمی کے لیے
حلوہ کافی ہے مولوی کے لیے

آپ کے پاس تو لطیفے تھے
ہم ترستے رہے ہنسی کے لیے

کھا پی لیتا ہوں میں مزاروں سے
دل نہیں کرتا نوکری کے لئے

جو نہ کرنا تھا وہ بھی کر ڈالا
مونچھ کٹوا دی چھوکری کے لیے

لسی پینے نکل گیا ہوں سحرؔ
پاس پیسے نہیں دہی کے لیے

کچھ نہیں بھولا ہوں میں ہنسنا ہنسانا یاد ہے
دوستوں کو رات بھر جگتیں سنانا یاد ہے

غصے میں اس کا وہ میری انگلی پے چک کاٹنا
اور وہ میرا آسماں سر پہ اٹھانا یاد ہے

اس کا بیلن پھینک کر وہ آنکھ میری پھوڑنا
آج دن تک مجھ کو وہ اس کا نشانہ یاد ہے

میرا وہ کیلے کھا کر چھلکے سڑک پر پھینکنا
اور پھسل کر خود ہی اس پر مسکرانا یاد ہے

جوش میں آ کر وہ سو کا نوٹ میرا پھاڑنا
بیٹھ کر پھر بعد میں آنسو بہانہ یاد ہے

نوچ لینا اس کو میرا ہلکی سی چٹکی سحؔر
اور جواباً پھر مجھے تھپڑ لگانا یاد ہے

چمن میں رنگِ بہار اترا تو میں نے دیکھا
ٹرک سے تازہ انار اترا تو میں نے دیکھا

فروٹ میرا تو کھا گیا ڈاکٹر ہی سارا
گزشتہ شب جب بخار اترا تو میں نے دیکھا

حکیم لقمان کے بھی چسپاں تھے کافی نسخے
اچار کا اشتہار اترا تو میں نے دیکھا

خمارِ مے میں وہ چہرہ کچھ اور ہی لگ رہا تھا
گٹر میں وہ بار بار اترا تو میں نے دیکھا

اک اور کتے کا سامنا تھا سحرؔ وہاں پر
میں کود کر نالی پار اترا تو میں نے دیکھا

فقط صورت نہیں دل کا بھی کالا تھا
مجھے دھکے دے کر اس نے نکالا تھا

میں نے ماری تھی اس کو لات پیچھے سے
وہ کب آگے سے میرے ہٹنے والا تھا

وہ بہتی ریتی تھی ہر وقت تقریباً
نہ تھی وہ ناک ہرگز ندی نالہ تھا

خدا جانے کہاں سے آن ٹپکا وہ
جسے ہم نے بڑی مشکل سے ٹالا تھا

سحرؔ مت پوچھ دھوکے باز ہے دنیا
میں جب پہنچا تو آگے اس کا لالا تھا

کل کی عجب اک رات تھی شب بھر رہا چرچا ترا
کچھ نے کہا ابا ترا کچھ نے کہا چاچا ترا

میں بھی وہیں موجود تھا میں نے بھی سب دیکھا کیے
میں چپ رہا لیکن اٹھا کر چل دیا بکسہ ترا

کیونکر لگایا جھوٹا یہ الزام مجھ پر چوری کا
میں کیا کروں گم ہوگیا ہے اب اگر بکرا ترا

لگنے لگا ہے ڈر مجھے آ جاتا ہے جب تم میں جن
دیکھا ہے کافی بار میں نے لوگوں سے جھگڑا ترا

اس نے کہا تجھ کو سحرؔ پوچھے خدا ”یہ تو بتا“
اس روز کیوں نکلا تھا مجھ کو دیکھ کر ہاسا ترا

کم نہیں ہے شادی طوفان سے ایمان سے
جیتے تھے ہم بھی کبھی شان سے ایمان سے

قصہ اس مجنوں کا ہم ہی سنتے جایئے
چرس نکلی اس کے سامان سے ایمان سے

سب تو کہتے ہیں کہ سونا نکلتا ہے مگر
میل ہی نکلی فقط کان سے ایمان سے

بزم میں کل تھوک سے بھر گیا تھا منہ مرا
ہوگئی نفرت مجھے پان سے ایمان سے

کیا مسیحائی ہے میرے مسیحا کی مگر
آج پھر اک اور گیا جان سے ایمان سے

اپنے جوتے بھی سحؔر چھوڑ کر بھاگا ہے وہ
کام کروائے تھے مہمان سے ایمان سے

ہوگئی میری لڑائی عید پر
بن گیا میں بھی قصائی عید پر

میں بھلا انکار کر سکتا تھا کیا
گوشت رکھوانے وہ آئی عید پر

ہڈیوں سے بھر گیا میرا فریج
ایک بھی بوٹی نہ آئی عید پر

شوق تھا بکرے کو برگر کا مگر
قلفی بھی اس کو کھلائی عید پر

کورمہ قیمہ چکن تکہ سحؔر
یہ نہ تھے قسمت میں بھائی عید پر

ہو رہی ہے اگر تشہیر بکرے کی
غصے میں کیوں ہے پھر ہمشیر بکرے کی

میں میں کے ساتھ بو۔ بو۔ کی صدائیں تھی
میں بھی سنتا رہا تقریر بکرے کی

کھمبے کو جا لگی ٹکر خدا کی شان
رائگاں ہی گئی تدبیر بکرے کی

آج بیگم نے جب میری تلاشی لی
جیب سے نکلی بس تصویر بکرے کی

وہ جو بیٹھا تھا چپ کر کے سؔحر صاحب
ران بھی لے گیا آخیر بکرے کی

اپنی صورت دکھا گیا بکرا
خواب میں میرے آ گیا بکرا

اپنے حصے کا کھا پی کے چارہ
میری روٹی بھی کھا گیا بکرا

کان میں چھینک مار کے مجھ کو
بیٹھے بیٹھے ڈرا گیا بکرا

میں نے نسوار ہی نکالی بس
میری انگلی چبا گیا بکرا

ناز سے پالا تھا سحؔر اس کو
جاتے جاتے رُلا گیا بکرا

مزاحیہ غزل

تجھ کو کھلاؤں ران بکرا عید پر
بن جا مرا مہمان بکرا عید پر

تکّے بنا کر سامنے رکھوں گا میں
لاؤں گا تازہ نان بکرا عید پر

یہ اوجھڑی یہ پھیپھڑے تو پاس رکھ
مت کر یہ بھی احسان بکرا عید پر

مہنگائی کا طوفان تھمنے کا نہیں
خود ہی ہو جا قربان بکرا عید پر

نخرے قصائی کر رہا تھا یوں سحرؔ
بکرا بھی تھا حیران بکرا عید پر

پیروڈی غزل

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
بہتر ہے اب یہی کہ چلا جاؤں گھر کو میں

کافی نہیں ہے ایک ہی صوفہ ترے لیے
کیا جانتا نہیں ہوں تمھاری کمر کو میں

چھوہارے کون بانٹ رہا ہے گلی میں یار
خاطر میں لاؤں گا نہ کسی بھی بشر کو میں

چھوڑا نہ پیٹ درد نے مجھ کو کہیں کا بھی
ہر ایک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں

آنا سحرؔ مزار پہ ہمراہِ شاپراں
کھا لیتا ہوں کبھی کبھی لنگر اُدھر کو میں

چاہے انار دیکھ یا چاہے اچار دیکھ
ہے کھانے کی یہ چیز اسے بار بار دیکھ

تیری گلی تو کیا میں ترا شہر چھوڑ دوں
بس ایک بار تو مجھے دے کر ادھار دیکھ

آیا ہوں شادی حال میں کھا پی کے جاؤں گا
تو میرا ذوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

مانا کہ پیزا کھانے کے قابل نہیں ہوں میں
میری پلیٹ دیکھ تو میرا ڈکار دیکھ

حیران ہوں سحرؔ کہ وہ نابینا ہے مگر
خالی نہیں گیا کوئی بھی اس کا وار دیکھ

فیض منگل سے اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

جاں بلب دیکھ کے مجھ کو یہ مسیحا بولا
نہیں ہے فیس تو میں کیا کروں مر جانے دو

مفت کا مال ہے پاگل ہی کوئی چھوڑے گا
کیا مزے کا ہے یہ حلوہ مجھے تو کھانے دو

جوشِ بارش ہے ابھی تھمتے ہو کیا اے اشکو
خالی ہے بالٹی پہلے اسے بھر جانے دو

کیا مصیبت ہے کہ پیچھے پڑے ہیں لوگ سحؔر
زرا سی بات پہ تڑوا لئے دندانے دو

مزاحیہ غزل

سوچیں جو درمیان سے ذاتیں نکال کر
ہر کوئی مارنے لگے لاتیں نکال کر

میرے کفن کے بند نہ باندھو ابھی مجھے
تھپڑ لگانے ہیں انہیں باہیں نکال کر

کوئی بھی یہ نہ سوچ کہ یہ جھوٹ موٹ ہے
دیکھا ہے اس نے غصے سے آنکھیں نکال کر

کیا ظرف ہے جناب کا حیرت کی بات ہے
ہنستا ہے بار بار وہ باچھیں نکال کر

میں اس کے گھر سے بستہ اٹھا لایا ہوں سحؔر
وہ لے گیا تھا میری کتابیں نکال کر

مزاحیہ غزل

نیتِ شوق بھر نہ جائے کہیں
تُو مرے ہاتھوں مر نہ جائے کہیں

ڈر ہے مجھ کو کہ تو یہاں آئے
اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں

ہاتھ اتنا نہ پھیر بالوں میں
وگ ہی میری اتر نہ جائے کہیں

راہ میں لیٹ تو گیا ہوں مگر
وہ کچل کر گزر نہ جائے کہیں

گر گئی گرم چائے اُس پہ سحرؔ
غصہ اب اس کو چڑھ نہ جائے کہیں

ہزاروں لڑکیاں ایسی کہ ہر لڑکی پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

کہا اس نے کہ پھر سے آ گئے ہو دانت تڑوانے
محلے میں تمھی ہو ایک جو ثابت قدم نکلے

خدا کے واسطے پردہ نہ چہرے سے ہٹا ساجن
کہیں ایسا نہ ہو پھر سے کوئی گنجا صنم نکلے

نہ چائے کا نہ روٹی کا کسی نے پوچھا تک ہم سے
فقط بس مار ہی کھا کے ترے کوچے سے ہم نکلے

اگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو مجھ سے لکھوائے
وہی ہوں میں سحر کل جس سے چوری کے قلم نکلے

خدا ہی جانے یہ کیا پک رہا ہے کھچڑی کے پیچھے
پڑا ہوا ہے میرا بکرا تیری بکری کے پیچھے

گلی میں چھوڑ رکھے تھے کسی نے کتے بھی یارو
مجھے وہ دیکھ کے ہی چھپ گئے تھے لکڑی کے پیچھے

نہ میرا نام تک پوچھا نہ میری زات ہی پوچھی
عجب نہیں کہ تم آئی ہو کھٹی املی کے پیچھے

صدا جب آئی مسجد میں کہ کوئی لے گیا ہے چپل
نماز چھوڑ کے وہ سارے بھاگے چرسی کے پیچھے

کہاں کہاں نہیں مارا سحر بتائیں کیا کیا کچھ
ہزار لوگ تھے وہ گویا ایک لڑکی کے پیچھے

کاش میں پیارا سا کوئی بکرا ہوتا
تو نے رسی سے بھی مجھ کو پکڑا ہوتا

رویا کرتی تو گلے سے لگ کے میرے
جب کبھی امی سے تیرا جھگڑا ہوتا

دور ہوتی ہے کھجانے سے ہی کھجلی
پیٹھ کو دیوار سے بھی رگڑا ہوتا

رات اتنی سردی تھی مت پوچھ یارا
عین ممکن ہے وہیں پر اکڑا ہوتا

بھنگ والے جو پکوڑے کھا لیے تھے
چکرا کے سر کھمبے سے ہی ٹکرا ہوتا

کیا ہوا جو رنگ کالا ہے بکرے کا
بچہ لے کر ہم نے پالا ہے بکرے کا

یہ پٹاخے کون لے آیا ہے یہاں
خوف سے دل پھٹنے والا ہے بکرے کا

بیٹے کو چشمہ دلانے کے واسطے
اس نے گردہ بیچ ڈالا ہے بکرے کا

دوستوں نے مل کے ون ون ٹوٹو کے ساتھ
مٹکے میں سے سر نکالا ہے بکرے کا

رشتہ تم جو پوچھتے ہو کیا ہے سحؔر
یہ جو پیچھے ہے یہ سالہ ہے بکرے کا

پیروڈی غزل

تمھارے شہر کا چونسہ بڑا سہانا لگے
میں ایک آم چرا لوں اگر برا نہ لگے

کہا تو کچھ نہیں جنات نے مجھے لیکن
یہ اور بات کہ تھپڑ ہی غائبانہ لگے

تمہارے بس میں اگر ہے تو بھول جاؤ ادھار
امیر ہونے میں شاید ہمیں زمانہ لگے

جو بھاگنا ہے تو اتنے سکون سے بھاگو
کہ آس پاس کے لوگوں کو بھی پتہ نہ لگے

اسے تو میٹھی ہی چٹنی سمجھ کے پی لے سحرؔ
کہ ایک گھونٹ میں ممکن ہے بد مزہ نہ لگے

مزاحیہ غزل

اکیلے اکیلے کھائے وہ مجھ کو زرا نہ دے
یہی بددعا ہے گنجے کو ناخن خدا نہ دے

مرے گھر کے سامنے ہی تو وہ رہتی تھی مگر
مجھے خوف تھا کہ زوجہ کو کوئی بتا نہ دے

بھری بزم میں تو آ گیا پھر سے کوئی بزرگ
ابھی کوئی آ کے کرسی سے مجھ کو اٹھا نہ دے

میں دوڑا تو پاؤں مرے گوبر سے بھر گئے
یہ بھی مجھ کو ڈر کہ کتے کو پیچھے لگا نہ دے

وہ تصویر مجھ سے تو نہیں بن پائی تھی سحرؔ
مجھے خوف تھا کہ مردہ کوئی مسکرا نہ دے

مزاحیہ غزل

اس نے دھمکی دی تھی حملے کے ساتھ
پھول بھی مارا تو گملے کے ساتھ

مارا کس کس نے یہ بھی یاد نہیں
لوگ ہی لوگ تھے عملے کے ساتھ

اس جگہ میرا ہی تھا کوٹ مگر
میں کہاں لٹکا تھا جنگلے کے ساتھ

گھورتا رہتا ہے ان کا کتا
جھونپڑی ہے مری بنگلے کے ساتھ

منہ اُدھر کر کے سحؔر وہ بولی
واسطہ پڑ گیا کنگلے کے ساتھ

مزاحیہ نظم

میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا

بزم میں مری کوئی بات وات چل جائے

یہ نہ ہو کہ تیرا بھی مجھ پہ ہاتھ چل جائے

مجھ غریب پر مکا اور لات چل جائے

کیا خبر کہ مکا لات اک ہی ساتھ چل جائے

میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا

اس سے پہلے کہ تو کرتا ہوا تھو تُھو آئے

بدمعاشوں کو لے کر ساتھ میں ہی تُو آئے

اس سے پہلے کہ کوئی خطرے کی بھی بو آئے

اس سے پہلے کہ کوئی چور یا ڈاکو آئے

میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا

اس سے پہلے کہ مرے کان مڑوڑیں جائیں
اس سے پہلے کہ مرے دانت بھی توڑیں جائیں
اس سے پہلے کہ کئی کتے بھی چھوڑیں جائیں
اس سے پہلے کہ وہ سب پیچھے مرے دوڑیں جائیں
میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا

اس سے پہلے کہ میں کرتا ہوا نخرہ جاؤں
اس سے پہلے کہ ترے گھر لے کے بکرا جاؤں
اس سے پہلے کہ کسی جرم میں پکڑا جاؤں
اس سے پہلے کہ میں زنجیر میں جھکڑا جاؤں
میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا

آپ کے واسطے لانے تھے پکوڑے ہم نے
کھا لئے خود ہی زرا سے بھی نہ چھوڑے ہم نے

گرمی میں خوب بھگایا اسے اور پھر صاحب
باغ سے چوری کے امرود بھی توڑے ہم نے

آج تو خوش ہوا انگریز پی کے دیسی سوپ
ڈالے تھے شوربے میں کیڑے مکوڑے ہم نے

الٹا لٹکانے لگے تھے وہ ہمیں چھت سے یار
کان تو پکڑے ہی تھے ہاتھ بھی جوڑے ہم نے

دیکھا جو مجھ کو سحؔر مسکرا کے وہ بولے
تیرے جیسے بڑے دیکھے ہیں بھگوڑے ہم نے

دونوں مکان اپنے ہی جوئے میں ہار کے
وہ جا رہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے

حیرت بھری نگاہوں سے تکتا رہا مریض
نرسوں نے خوب چھلکے اتارے انار کے

دو بال ہی اگرچہ مرے سر پہ رہ گئے
نکلا ہوں پھر بھی گھر سے میں زلفیں سنوار کے

آٹے کی بوری بھی نہ اٹھا پایا د و قدم
دیکھے ہیں ہم نے حوصلے بھی تیرے یار کے

بھولے سے گا تو ہم د ئے تھے بزم میں سحر
لوگوں نے اپنے جوتے بھی ما رے اتار کے

کیوں ڈرتے کسی بھی چڑیل سے ہم
بندھے ہیں بیگم کی نکیل سے ہم

خنجر لئے پھر رہا تھا مالی
وہیں لٹکے رہ گئے بیل سے ہم

پیچھے آتے دیکھی پولیس
گھبرا کے کودے ریل سے ہم

اب تو جوئیں بھی پھسل رہی ہیں
گنجے ہو گئے اس تیل سے ہم

بیگم میکے گئی ہے اے سحرؔ
رہا ہو گئے گویا جیل سے ہم

دور سے جب دیکھا تو کوئی گوری تھی
پاس جا کر دیکھا آٹے کی بوری تھی